بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام

اور

اہلِ حدیث

از افادات

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مکتبہ اہلحدیث ٹرسٹ رجسٹرڈ

اہلحدیث چوک کورٹ روڈ کراچی فون ۶۳۵۹۳۵

نام کتاب : اسلام اور اہلحدیث

مؤلف : شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری (رحمۃاللہ علیہ)

صفحات : ۱۴

ناشر : مکتبہ اہلحدیث ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

اسلام کی مختصر تاریخ

پہلے اس سے کہ ہم یہ بتاویں کہ فرقہ بندی کس طرف سے ہے اسلام کی مختصر سی تاریخ بیان کر دینا مفید ہو گا۔

کچھ شک نہیں کہ اسلام کی تاریخ دنیا میں روشن ہے، اس کے ابتدائی، درمیانی اور آخری واقعات سب روشن ہیں۔ اس کا سنہ ہجری ۱۳۳۵ھ[1] ہجری ہے، مگر ابتدار کو ۱۳۴۸ سال ہوئے ہیں جب کہ مکہ معظمہ میں اس کی تعلیم بزبان ترجمان الہام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاری ہوئی تھی۔ تیرہ سال قبلِ ہجرت مکہ معظمہ میں گزارے، دس سال بعد ہجرت مدینہ میں رہے۔ کل ۲۳ سال آپ کی نبوت کا آفتاب دنیا میں ظہور پذیر رہا۔ اب سوال یہ ہے کہ اتنی مدت میں جو تعلیم آپؐ نے دی اس کا کیا اثر ہوا؟ جواب صرف یہ ہے کہ جس پر کُل دنیا کی تاریخ متفق ہے کہ عرب تمام صاف ہوگیا۔ جو مشرک، کافر، ملحد اور زندیق تھے وہ سب خدا کے پرستار بن گئے، جو لٹیرے اور ڈاکو تھے، وہ مدبران سلطنت ہو کر تمدنی تعلیم میں دنیا کے استاد مانے گئے۔

اس پر دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے اُن کو مذہبی احکام کا دستور العمل کوئی دیا تھا یا نہیں ؟۔ اس کا جواب

[1] اس سنہ میں حضرت مرحوم نے یہ مقالہ لکھا تھا۔ ۱۲

بھی بالکل صاف اور صحیح یہ ہے اور صرف یہی ہے کہ دیا تھا ، اور نہ دیا ہوتا تو وہ لوگ باوجود ضروریات کثیرہ کے تعمیل کیونکر کرتے ؟

اب ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان میں دستور العمل کیا تھا ؟ یعنی وہ احکام شرعیہ کہاں سے اخذ کرتے تھے ؟ اس کا جواب بھی ایک اور صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ اخذ کرنے کا طریقہ ان میں یہ تھا کہ پہلے قرآن مجید کو دیکھتے ، ساتھ ہی اس کے اگر کوئی روایت انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوتی یا کوئی فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھا یا سنا ہوتا تو اس کو بھی ملحوظ رکھ کر بطور سند شرعی کے پیش کرتے ، چنانچہ سب سے پہلا اختلاف جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں پیدا ہوا وہ انتخابِ خلیفہ پر تھا ، انصارِ مدینہ یہ کہتے تھے کہ خلیفہ ہم میں سے ہو گا ۔ اس اختلاف کا فیصلہ یوں ہوا کہ مہاجرین کی طرف سے ایک حدیث پیش کی گئی جس کے الفاظ یہ تھے :

اَلْاَئِمَّۃُ مِنَ الْقُرَیْشِ   خلیفہ قریش سے ہوں گے ۔

یہ حدیث پیش ہوتے ہی فیصلہ مہاجرین کے حق میں ہو گیا ۔

دوسرا اختلاف وراثتِ نبی (علیہ السلام) کے متعلق ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں نے خلیفہ کے پاس دعوٰے پیش کیا کہ ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں سے حصہ ملنا چاہیے جیسے دوسرے مسلمانوں کے وارث حصہ پاتے ہیں ۔ خلیفہ کی طرف سے اس کا جواب نفی میں ملا تو اختلاف پیدا ہوا ۔ آخر

جب حدیثِ نبویؐ پیش ہوئی کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے ہیں کہ:

"ہمارا مال ورثہ نہیں ہوگا بلکہ فی سبیل اللہ صدقہ ہوگا"

تو نزاع ختم ہو گئی۔

تاریخ اسلام کا کسی اور واقعہ پر اتفاق ہو یا نہ مگر اس امر کا پورا اتفاق ہے کہ زمانۂ رسالت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو بات پیش آتی اس کا فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرا لیتے اور بعد زمانۂ نبوت زمانہ خلافت میں جو پیش آتی اس کے لیے احکام کی تلاشں قرآن وحدیث میں کرتے۔ یہ طریقہ مسلمانوں میں بہت عرصہ تک جاری رہا۔ مگر ہم آسانی کے لیے فرض کر لیتے ہیں کہ تیس۳۰ سال تک ایسا ہوتا رہا جو زمانہ خلافتِ راشدہ کا ہے۔

اب ایک سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی جملہ آبادی میں یعنی ابتدا سے آج تک جتنے طبقے بھی ہوئے ہیں۔ ان میں بحیثیت دین اور بحیثیت دنیا اور بحیثیت اعلیٰ اخلاق اور بحیثیت جاہ وحشمت اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بحیثیت منظوری اور مقبولیت خدا کے کون طبقہ ممتاز رہا ہے؟

اس کا جواب بھی ایک اور صرف ایک ہی ہے کہ وہ طبقہ سب سے اعلیٰ اور افضل تھا جو نبوت کی گود میں تربیت پا کر دوسروں کا رہنما بنا رضی اللہ عنہم۔ پس اب مطلع بالکل صاف ہے، کہ جو طریقہ

اور برتاؤ ان لوگوں کا تھا بس وہی دینِ الٰہی اور منظورِ مصطفائی تھا۔ دگر ہیچ۔

طبقۂ اُولیٰ میں فرقہ بندی نہیں تھی

اب سوال یہ ہے کہ اس طبقہ میں فرقہ بندیاں تھیں؟ کیا کوئی شیعہ تھا؟ کوئی حنفی تھا؟ شافعی کہلاتا تھا؟ مالکی تھا؟ یا حنبلی تھا؟

اس کا جواب ان بزرگوں کی تاریخِ ولادت سے مل سکتا ہے جن کی طرف یہ فرقے منسوب ہیں۔ سب سے بڑی عمر کے امام ان میں ابو حنیفہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں جو ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ان کے پندرہ سال بعد امام مالکؒ پیدا ہوئے۔ ان کے بعد امام احمدؒ اور امام شافعیؒ پیدا ہوئے۔ گو امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کی پیدائش پہلی صدی ہجری میں ہے، مگر بحیثیت ایک عالم، مفتی اور مجتہد کے وہ دوسری صدی میں دنیا کے سامنے آتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ طبقۂ اولیٰ (زمانہ صحابہؓ) میں ان چاروں فرقوں کا نام نہ تھا۔ کیوں کہ جن اماموں کی طرف ان فرقوں کی نسبت ہے وہی نہ تھے تو فرقہ کہاں؟ پس ان فرقوں کی بابت اس سوال کا جواب اسلامی تاریخ یہی دیتی ہے کہ طبقۂ اولیٰ میں صرف سیدھے سادھے مسلمان تھے جن کا دستور العمل قرآن اور اقوالِ

نبی علیہ السلام تھا اور بس۔ اس کے سوا اور کوئی فرقہ نہ تھا۔ نہ فرقہ بندی۔

اب ہم آجکل کی فرقہ بندیوں کی ذرا کیفیت سنا کر فیصلہ ناظرین کی رائے پر چھوڑتے ہیں۔ سب سے بڑا تنگاف جو اسلام کے قلعے میں سب سے پہلے آیا وہ "شیعہ سُنی" کا اختلاف تھا۔ اس تنگاف کی بنا صرف یہ ہے کہ "شیعہ کہتے ہیں کہ:

"خلافتِ اول حضرت علیؓ کا حق تھا اور وراثت حضرت فاطمہؓ کا"

"سُنی" اس سے منکر ہیں۔

چونکہ ہمارے مضمون کا روئے سخن تاریخی پہلو سے ہے، اس لیئے ہم اس میں مذہبی دلائل سے بحث کرنا نہیں چاہتے۔ صرف تاریخی پہلو سے اتنا پوچھتے ہیں کہ طبقۂ اولیٰ میں جو اسلام اور اہلِ اسلام کا اعلیٰ نمونہ تھا یہ اختلاف تھا؟ یا اس اختلاف کا کوئی اثر تھا؟ "تاریخ جواب دیتی ہے کہ کوئی نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے، سب نے اطاعت کی۔ حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے سب نے اطاعت کی حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے، سب نے اطاعت کی، حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے تو وہ بھی خلیفہ برحق مانے گئے۔

بہر حال اس اختلاف کا اثر ہم اس زمانہ میں کچھ نہیں دیکھتے گو پہلے حضرت علیؓ خلیفہ نہ تھے تاہم خلافت کے کاموں میں برابر

دخیل تھے۔ باب عالی کے رکن تھے، عہدہ دار تھے، مشیرِ کار تھے خلافت سے جو خدمت سپرد ہوتی تھی بجا لاتے تھے۔ غرض جہاں تک ظاہری علامات رہنما ہو سکتی ہیں۔ ہمیں ان کے اعمال و اطوار میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہو سکتا۔

علیٰ ہذاالقیاس تقسیمِ وراثت کا مسئلہ بھی اس طبقے میں ہم کو کسی طرح باعثِ تفریق معلوم نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ کوئی اس کا تذکرہ بھی نہیں کرتا تھا۔ جب اس پاک زمانہ میں اس کا کوئی اثر نہ تھا تو اب اس کو ایسا بناکر تفریق کرنے والا فرقہ بندی کے الزام سے کیوں ملزم نہ ہوگا۔

فرقہ بندیوں نے اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا

اس فیصلہ کے بعد اب ہم دیگر فرقہ بندیوں پر توجہ کرتے ہیں جس نے اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اسلامی تاریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی فرقوں کی بڑی لائنیں دو ہیں۔ جن کو شیعہ سُنّی کے اختلاف نے پیدا کیا ہے۔ پھر ان لائنوں میں برانچ لائنیں بھی ہیں۔ ان پر غور کرنے سے جو فریق موردِ الزام ہوگا ہمیں اس کے ملزم بنانے میں تامل نہ ہونا چاہیے۔ ان فرقوں سے مراد حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی

مذہب ہیں جن کو رجسٹرڈ بتانے کے لیے یہ کہا جاتا ہے کہ مکہ معظمہ میں کعبہ شریف کے ارد گرد بھی چار مصلّے ہیں۔ اس لیے اس اختلاف میں فیصلہ کرنے کے لیے ان مذاہب کی تعریف اور وجہِ تفریق بیان کرنا ضروری ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ان مذاہب کے اصل الاصول وہی ہیں جو زمانۂ صحابہؓ میں تھے۔ یعنی یہ چاروں مذاہب قرآن و حدیث کو دستور العمل جانتے ہیں۔ بحمداللہ اس میں کوئی اختلاف نہیں مگر ایک بات ایسی پیدا ہوگئی ہے جس سے یہ سارا اختلاف پیدا ہوگیا ہے، وہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے یہ اصول مقرر کر رکھا ہے کہ جو کچھ ہمارے امام نے جس کے ہم مقلد ہیں سمجھا اور کسی مسئلہ کے متعلق حکم دیا ہے، بس ہمارے لیے وہی کافی ہے، نہ ہم اپنی سمجھ کو دخل دیں اور نہ کسی دوسرے امام کی سنیں۔ دوسرا بھی یہی کہتا ہے اور تیسرا بھی یہی۔ علیٰ ہذا القیاس چوتھا بھی یہی۔

اختلاف کو بھی ہم مذہبی دلائل سے چھونا نہیں چاہتے، کیونکہ

---

[1] زمانۂ نبوت کے آٹھ سو برس بعد جب چاروں مذاہب والوں میں امامت اور اقتدار کے بارہ میں زیادہ اختلاف اور جھگڑے واقع ہونے لگے، تو رفع فساد کے لیے حاکمِ وقت نے نویں صدی ہجری میں الگ الگ چار مصلے بنا دیے، پس ان مصلوں کی حقیقت یہ ہے۔

مذہبی دلائل میں طول ہو جاتا ہے، بلکہ تاریخی شہادت سے صرف اتنا پوچھتے ہیں کہ طبقۂ اولیٰ میں یہ طریق تھا؟ کسی خاص شخص کو یہ منصب تھا کہ باقی اس کے فہم اور رائے کے آگے سر جھکائیں۔ جہاں تک اسلامی تاریخ شہادت دیتی ہے اس کا جواب نفی میں ملتا ہے۔ اگر یہ منصب کسی کو ہوتا تو خلیفۂ وقت کو ہوتا حالانکہ اس کو بھی نہ تھا، بعض وقت ایک بڑھیا عورت بھی خلیفہ کے حکم کو رد کر دیتی تھی، جس کے جواب میں خلیفہ کو ماننا پڑتا تھا کہ یہ عورت سچ کہتی ہے مولانا حالی مرحوم نے اسی حکم کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

غلاموں سے ہو جاتے تھے بند آقا،
خلیفوں سے لڑتی تھی اک ایک بڑھیا

جب اس زمانہ میں یہ بندش نہ ہوئی کہ کسی ایک رائے اور فہم کے باقی لوگ پابند ہو جائیں تو پیچھے کیوں ایسا کیا جائے جس سے تفرقہ پیدا ہو۔ ہاں اختلافِ فہم چونکہ قدرتی ہے، اس لیے عالم کو کسی امام سے اتفاق رائے ہو جائے تو بیشک وہ اس سے اتفاق رائے کا اظہار کرے مگر ایسے طور سے کہ فرقہ بندی تک نوبت نہ پہنچے۔

ہماری اس تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں جو فرقہ بندیاں ہو رہی ہیں طبقۂ اولیٰ یعنی سلف صالحین کی روش چھوڑنے سے ہوئی ہیں ورنہ اگر مسلمان اب بھی اس بات

پر متفق ہو جائیں کہ طبقۂ اُولیٰ کی طرح اپنا دستورالعمل قرآن وحدیث کو بنالیں، نہ کوئی نئی روش نکالیں نہ کسی کی طرف اپنی نسبت جدید پیدا کریں تو فرقہ بندیاں دور ہو سکتی ہیں۔

قابلِ غور بات

فرقہ بندی کسی اصولی اختلاف سے ہوتی ہے۔ اگر اصول ایک ہے اور باوجود وحدت اصولی کے صرف فہم کا اختلاف ہے تو فرقہ بندی نہیں ہے، ورنہ اس طرح تو ہر ایک مذہب کے علماء میں اختلاف رائے موجود ہے۔ مثلاً علمائے حنفیہ موجودہ اور سابقہ متقدمین اور متاخرین بلکہ معاصرین وغیرہ سب میں اختلاف نظر آتا ہے تو کیا یہ مختلف فرقے ہیں؟ کیا کوئی کہے گا کہ امام ابوحنیفہ صاحبؒ کا مذہب اور تھا اور شاگردوں کا اور۔ یا موجودہ علمائے حنفیہ میں علماءِ دیوبند کا مذہب اور ہے اور علمائے بریلی، بدایوں وغیرہ کا اور؟ نہیں بلکہ سب کے سب حنفی ہیں حالانکہ اختلاف موجود ہے۔

پس کسی جماعت کو دوسری جماعت سے فرقہ کی حیثیت سے الگ سمجھنا اس بات پر موقوف ہے کہ ان میں اصولی اختلاف ہو۔ پس جس فرقہ کے اصول طبقۂ اُولیٰ کے اصولِ مذہبی سے

ملتے جُلتے بلکہ وہی ہوں گے تو وہ فرقۂ جدید اور فرقہ بند نہ کہا جائے گا اور جس فرقہ کے اصول جدید ہوں گے وہی فرقۂ جدید اور فرقہ بندی کے الزام سے ملزم ہو گا۔

اب ہمارے سامنے چاروں مذاہب حنفی، شافعی، حنبلی، اور مالکی موجود ہیں۔ ان سب کا اصول ہے کہ قرآن و حدیث پر بغیر توسطِ امام مجتہد کے عمل کرنا جائز نہیں اس لیے یہ فرقے اپنے اپنے اماموں کے مقلد کہلاتے ہیں۔ برخلاف اس کے اہلِ حدیث اس بات کے قائل نہیں۔ وہ کہتے ہیں یہ شرط طبقۂ اُولیٰ میں نہ تھی ہم طبقۂ اُولیٰ کی روشش سے ایک اِنچ بھی اِدھر اُدھر نہ ہٹیں گے۔

ع ـــ جملہ عالم اک طرف آں شوخ رعنا اک طرف

ایک اعتراض کا دفعیّہ

اب ایک سوال یہ ہے کہ دوسرے فرقوں کی طرح ـــ الجحدیث بھی تو ایک فرقہ ہے۔ اس سے بھی تو فرقہ بندی پیدا ہوتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اہلِ حدیث بحیثیت نام کے ایک فرقہ کہا جائے تو اور بات ہے مگر اصول اور عمل کی

حیثیت سے یہ کوئی فرقہ بندی نہیں بلکہ وہی ایک گروہ ہے جو تعلیم نبوت سے پیدا ہوا تھا جس کی روش ہم تبلا آئے ہیں کہ قرآن وحدیث پر عمل کرنے کی تھی، نہ اس فرقے نے اپنے دستور العمل میں کوئی اضافہ کیا۔ نہ سلف صالحین کی روش سے علیحدگی کی بلکہ بعینہٖ اسی طرح قرآن وحدیث یا یوں کہیے کہ قرآن اور طریقۂ نبی علیہ السلام کو صحابہؓ کی روشں پر محفوظ رکھا۔

رہا نام کا سوال کہ اہل حدیث نام کیوں رکھا گیا جب کہ طبقۂ اُولیٰ نے یہ نام اپنا نہ رکھا۔

تو اس کا جواب بہت آسان ہے کہ اہل حدیث کی اصلیت تبلانے کو عملی طریق کا یہ نام ہے، دوسرے فرقوں نے اپنی نسبت اپنے اماموں کی طرف کرکے حنفی اور شافعی وغیرہ القاب اختیار کیے۔ چونکہ اس فرقہ کی نسبت کسی غیر کی طرف نہ تھی بلکہ طبقۂ اولیٰ کی طرح صرف نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی طرف تھی اس لیے اس نے اپنے طریق عمل کے مطابق اپنا لقب—— اھلحدیث رکھا جو اس کے طریق عمل کے لحاظ سے بہت موزوں ہے ورنہ اس کا اصول دین جو بنیاد مذہب ہے وہی ہے جو طبقۂ اولیٰ کے مسلمانوں کا تھا۔ یعنی قرآن وحدیث بطریق سلف صالحین۔

اھلحدیث لقب کے یہ معنی ہیں کہ:

"احادیثِ رسولؐ پر عمل کرنے والے"

یہی معنی ہیں —— ع

"کسی کا ہو رہے کوئی نبی کے ہو رہے ہیں ہم"